# شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی علمی اور مطالعاتی زندگی

مولانا عبدالقیوم حقانی

ذیل کا مضمون محدثِ کبیر استاذی و استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت العلامہ مولانا عبدالحق نوّر اللہ مرقدہٗ کے علمی افادات حقائق السنن، دعواتِ حق اور زیادہ تر صحبتے با اہلِ حق سے حضرتؒ ہی کے لہجہ اور اُن ہی کی زبان میں اخذ کر کے مرتّب کیا گیا ہے۔ افادیت اور نافعیت تو ھے ہی مسلّم، دلچسپ اتنا کہ خود مرتّب، حضرتؒ سے براہِ راست سُننے، لکھنے پھر کتابی صورت میں طبع کرنے اور اب کے بار اخذ و انتخاب کے بعد بھی جب نظرِ ثانی کرنے لگا تو ساری باتیں اتنی ھی پیاری اور میٹھی محسوس ہوئیں کہ گویا ایک نئی اور دلچسپ تحریر ہے جس کی عذوبت و حلاوت اور لطف اندوزی ایک قندِ مکرر ہے، جتنی بار پڑھی جائے حظِ وافر اور لطفِ جدید حاصل ہو۔ (عبدالقیوم حقانی)

## سلسلۂ سند

میں نے جامع ترمذی اور بخاری شریف شیخنا شیخ العرب والعجم شیخ المشائخ، شیخ الاسلام والمسلمین، المجاہد فی سبیل اللہ، امیر الہند حافظ الحدیث سیدنا و مولانا و بالفضل اولٰنا حضرت مولانا سید حسین احمد المہاجر المدنیؒ صدر المدرسین بدار العلوم دیوبند سے پڑھی ہیں۔

## الشیخ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

حضرت شیخ مدنیؒ حدیث کے امام تھے، حافظ الحدیث تھے، بہت بڑے مجاہد اور صاحب الکمال رہتے۔ آپ کا نسبی تعلق سادات سے ہے۔ آپ کے مورثِ اعلیٰ جو سب سے پہلے ہندوستان پہنچے اُن کا نام شاہ نور الحقؒ ہے، ان سے حضرت شیخ مدنیؒ تک سترہ پشتیں گذری ہیں۔ مغلیہ خاندان کے شاہانِ دہلی نے آپ کے خاندان کے اعلیٰ مورثوں کو چوبیس گاؤں بطور جاگیر دیئے تھے۔ وہ دور اہلِ علم کی قدر دانی کا دور تھا۔ یہ واقعہ تو مشہور ہے اور مولانا عبدالحکیم سیالکوٹیؒ کے سوانح نگاروں نے بھی لکھا ہے کہ علامہ سیالکوٹیؒ کو ان کی ایک تصنیف کے بدلے سونے کے ساتھ تولا گیا تھا۔ ١٣١٦ھ میں حضرت مدنیؒ کے والد ماجدؒ نے بمع اہل و عیال حجاز ہجرت کی تو آپ کو بھی ساتھ لے گئے، وہاں کے ایام آپ نے اور آپ کے خاندان نے حد درجہ تنگی اور عسرت میں گذارے، مگر تحصیلِ علم اور اشاعتِ دین میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔ ایک طویل عرصہ تک مدینہ منورہ میں قیام فرمایا، مسجدِ نبوی میں درسِ حدیث بھی جاری رکھا جس میں عرب و عجم کے سینکڑوں طالبانِ حدیث فیضیاب ہوتے رہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کے ارشد و اخص تلامذہ سے تھے۔ جب حضرت شیخ الہندؒ گرفتار کر لیے گئے تو اُس وقت شیخ مدنیؒ نے حکومت سے کہا کہ جس دفعہ کے تحت تم نے میرے استاذ کو گرفتار کیا ہے میں بھی اُسی دفعہ کا مجرم ہوں۔ تو اس طرح اپنے آپ کو اپنے شیخؒ کے ساتھ مالٹا کی جیل میں شریک کر لیا کہ شیخؒ کی خدمت کا موقع ملتا رہے۔

حضرت شیخ مدنیؒ بہت بڑے ولی اللہ اور صاحب الکرامات تھے، آپ کی کرامت کی ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ اس وقت ہند و پاک میں جس قدر بھی مدارس آپ کو نظر آتے ہیں تقریباً سب میں حضرت شیخ مدنیؒ کے بلا واسطہ یا بالواسطہ تلامذہ خدمتِ دین میں مشغول ہیں۔

حافظ ایسا تھا کہ بخاری آپ کو سند اور متن کے ساتھ یاد تھی مگر آپ نے کبھی بھی اس امر کو ظاہر نہ فرمایا بلکہ اس کی ہمیشہ اخفاء کرتے تھے۔ جب بخاری پڑھاتے تو اپنے سامنے قسطلانی کا نسخہ رکھتے تھے، بہت تھوڑے عرصہ میں اپنے شیخؒ کی دُعا سے قرآن مجید یاد کر لیا تھا اور اسی ماہِ رمضان جس میں قرآن یاد کیا اپنے استاذ کو تراویح میں سنا بھی دیا۔ جب کبھی غصہ آجاتا اور بہت کم ایسا ہوتا تو زیادہ سے زیادہ خلق الانسان من عجل کہہ کر اس کا اظہار کرتے تھے۔

## شیخ مدنیؒ کا فیضانِ حدیث

یوں تو حضرت شیخ الہندؒ کے شاگردوں میں بڑے بڑے جبال العلم جامع کمالات تھے اور دین کے ستون قرار پائے اور ان سے دین و علم کے چشمے جاری ہوئے مگر حدیث کا جو فیض اور افادہ ہمارے اُستاذ اور مرشد حضرت شیخ مدنیؒ کے ذریعہ ہوا اس کی نظیر نہیں ملتی۔ آج برِصغیر اور بیرونِ ممالک میں ہزاروں تلامذہ کے ذریعہ ان کا فیض جاری ہے۔ حافظہ اور ذہانت میں ان جیسے اور حضرات بھی تھے مگر اپنے شیخ کی محبت اور جان نثاری جو اُن میں تھی اس کی مثال نہ تھی، عمر بھر وفا شعار غلام اور عاشق بنے رہے، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور اس راہ میں آپ نے اپنی اولاد، بیوی، والدین کی جدائی تک برداشت کی۔ ان کی وفات کی اطلاعات پہنچیں مگر مالٹا کی جیل میں اپنے استاذ کی رفاقت ترک نہ کی۔

ادب و محبت اور نیاز مندی کا کوئی نمونہ نہ تھا جسے قائم نہ فرمایا اور اسی تعلق خا

اور محبت و خدمت کے ثمرہ میں اپنے شیخ کے علوم اور فیض کا مورد بنے، تصوف و ارشاد کا جو فیض جاری ہوا وہ اس کے علاوہ ہے۔

جہاد اور قربانیوں کی شکل میں مختلف حیثیتوں سے جو فوائد اور برکات اہلِ اسلام کو پہنچے وہ اس سے الگ ہیں۔ یہ سب ادب اور محبت اور عاشق بننے کے نتائج ہیں۔ اگر اساتذہ و شیوخ سے محض رسمی تعلق ہو کہ درسگاہوں میں انہیں اجیر سمجھ کر رہے، کتاب ختم کی تو چلے گئے، تو اس علم کی کوئی برکت نہ ہوگی۔ افسوس کہ آج یہ چیزیں ختم ہوتی جارہی ہیں۔ اساتذہ اور شیوخ سے رابطہ نہیں رہا، اتصال سند کی فکر نہیں رہتی۔ حالانکہ انبیاء، اولیاء اور شیوخِ طریقت سے اپنے متبعین، شاگرد اور مریدین کو بھی جو فیض حاصل ہوا وہ عاشق، جان نثار اور فدائی بن کر حاصل ہوا۔

تو میں حضرت شیخ مدنیؒ کا ذکر کر رہا تھا۔ علم اور اس کی اشاعت اور تعلیم و تدریس سے عشق تھا، دن کو سفر رات کو سبق۔ جس روز بخاری کا امتحان ہوتا ہے اس روز پرچہ سے قبل بڑے اطمینان سے بخاری کا درس پڑھا رہے ہیں، تواضع اور انکساری فطرت اور طبیعتِ ثانیہ بن چکی تھی۔ ہم نے بارہا دیکھا کہ غریب اور دیہاتی گنواروں یہاں تک کہ غیر مذہب کے ہنود وغیرہ کے خود ہاتھ دھلا رہے ہیں، مہمانوں کی بے خبری میں اُن کے پاؤں دبا رہے ہیں، سفر میں راہ چلتے ساتھیوں کے لیے گاڑی میں پاخانے تک صاف کیے۔ اتنی شانِ تواضع و انکساری، دوسری طرف باطل کے خلاف ایک ایک ننگی تلوار تھے، ساری زندگی انگریزی سامراج کے ساتھ ٹکرائے۔

## حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ

حضرت شیخ مدنیؒ نے جامع ترمذی اور بخاری حضرت شیخ الہندؒ سے پڑھی۔ آپ دیوبند کے باشندہ اور عثمانی خاندان سے تھے۔ آپ کے والد ماجد مولانا ذوالفقار علی صاحبؒ جس طرح دینی اعتبار سے ایک عالم فاضل اور ادیب تھے اسی طرح دنیوی اعتبار سے بھی ذی وجاہت، صاحبِ اقبال اور صاحبِ اخلاق تھے۔ آپ کا خاندان ایک خوشحال گھرانہ تھا، مالی حالت اچھی تھی، بچپن سے بڑے ذہین اور ذکی واقع ہوئے تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے پہلے طالب علم ہونے کا شرف آپ کو حاصل ہے۔ پہلا طالب علم بھی محمودؒ اور پہلا استاد بھی محمودؒ۔ آپ نے صحاح ستہ کی کتب کے علاوہ بھی بعض دیگر اہم کتابیں قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے پڑھیں، ۱۲۹۰ھ میں فارغ التحصیل ہوئے تو دارالعلوم دیوبند ہی میں مدرس ہوگئے، آٹھ سال بعد صدر مدرس ہوئے۔ ۱۳۳۳ھ میں حجازِ مبارک کا سفر اختیار کیا اور اس سفر کی غرض آزادیٔ ہند کے لیے ایک وسیع منصوبہ بندی کرانی تھی۔ انگریزی سامراج نے اس منصوبہ کو ناکام کرنے کے لیے آپ کو گرفتار کرکے مالٹا میں نظر بند کر دیا، پانچ سال بعد رہا ہوئے اور ایک عرصہ تک علیل رہ کر سفرِ آخرت اختیار کیا۔

آپ کے ارشد تلامذہ میں حضرت شیخ مدنیؒ کے علاوہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ، مولانا عبید اللہ سندھیؒ، مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ اور شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ وغیرہ جیسے اکابر علم و فضل ہیں۔

ویسے تو حضرت شیخ الہندؒ کی ہر کتاب علوم و معارف کا بیش بہا گنجینہ ہے مگر ان سب میں زیادہ مقبولیت آپ کے ترجمہ و تفسیر کو حاصل ہوئی ہے۔ حکومتِ کابل نے بھی اس کا فارسی میں ترجمہ کرکے شائع کر دیا ہے۔

## حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ حضرت شیخ الہندؒ مولانا محمود حسن صاحبؒ نے اکثر موقوف علیہ کتابیں اور کتب صحاح ستہ قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے پڑھیں۔ مولانا محمد قاسم صاحب دارالعلوم دیوبند کے بانی ہیں، صرف دیوبند کے بانی ہی نہیں بلکہ آج ہند و پاک میں جہاں کہیں بھی اسلامی مدارس قائم ہیں، علوم دینیہ کا سلسلہ رواں ہے، علماء اور زمرہ اہلِ حق جو نظر آتا ہے یہ تمام فیض حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا ہے۔ حضرت نانوتویؒ اپنے وقت کے امام رازیؒ اور امام غزالیؒ تھے۔ جہاں آپ نے تدریس و تعلم، تصنیف و تالیف میں ایک مقام پیدا کیا اور مجتہدانہ کمالات سے نوازے گئے وہاں تبلیغ و جہاد، عیسائیت کے خلاف محاذ اور پادریوں سے مناظرہ کے میدان میں بھی مجاہدانہ وار آگے رہے۔ آپ کا تاریخی نام خورشید حسن تھا۔ حد درجہ متواضع، خلیق اور منکسر المزاج تھے، کھدر کے کپڑے پہنتے تھے، کبھی ایسا لباس نہیں پہنا جس سے مولویانہ ٹھاٹھ کا اظہار مقصود ہو۔ اس قدر عظیم مصنف، محقق اور علامہ ہونے کے باوجود اپنی عام نجی محفل میں گفتگو سادہ، بے تکلف اور عامیانہ ہوتی تھی، بلاوجہ اور بہ تکلف کبھی اپنی علمیت کا اظہار نہیں کرتے تھے، لیکن جب درسگاہ میں ہوتے تو ایسا معلوم ہوتا جیسے وقت کا غزالی یا رازی بول رہا ہے، طبیعت میں ضد اور بغض و عداوت کا نشان تک نہ تھا۔

مشہور محدث مولانا احمد علی سہارنپوریؒ محشیٔ بخاری سے کسی مسئلہ میں اختلاف تھا تو اُن کے ہاں جاکر درسِ بخاری میں داخلہ لے لیا اور باقاعدہ تلمذ اختیار کر لیا، جب مختلف فیہ مسائل میں مولانا احمد علیؒ بحث کرتے تو حضرت نانوتویؒ اثبات میں دلائل شروع کر دیتے۔ اولاً حضرت سہارنپوریؒ جواب دینے کی کوشش کرتے رہتے لیکن جب سمجھ جاتے کہ بات وہی ہے جو حضرت نانوتویؒ کہتے ہیں تو بغیر کسی تصنع کے فرماتے کہ مولانا! بات وہی ہے جو آپ کہہ رہے ہیں، میں نے اپنے مسلک سے رجوع کر لیا ہے۔

مولانا احمد علی سہارنپوریؒ کا بخاری پر بڑا بہترین اور جامع حاشیہ ہے آخری پارے ابھی باقی تھے کہ حضرت سہارنپوریؒ انتقال فرماگئے۔ ان کی وفات کے بعد اس کام کو مولانا محمد قاسمؒ نے مکمل فرمایا مگر اپنا نام ظاہر نہ ہونے دیا، آج تک اُستاذ کا نام چلا آرہا ہے۔

## مولانا شاہ عبد الغنی مجددی

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے جامع ترمذی

اور بخاری حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب مجددی مہاجر مدنیؒ سے پڑھیں یہ شاہ عبدالغنیؒ شاہ ولی اللہ کے صاحبزادے نہیں بلکہ یہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نواسے اور مہاجر مدنی ہیں، یہ شاہ عبدالغنی صاحبؒ شاہ ابوسعیدؒ کے فرزند ہیں، شاہ ابوسعیدؒ شاہ شفیع القدرؒ کے صاحبزادے ہیں اور شاہ شفیع القدرؒ شاہ محمد معصومؒ کے صاحبزادے ہیں اور شاہ محمد معصومؒ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے صاحبزادے ہیں۔

آپ سے بکثرت علماء نے استفادہ کیا۔ ۱۲۷۳ھ میں جب دہلی پر انگریزوں کا تسلط ہوگیا تو آپ نے ارضِ مقدس حجاز کی طرف ہجرت فرمائی اور مدینہ طیبہ میں قیام فرما کر عبادت اور درس و افادہ میں مشغول ہو گئے۔ تو آپ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی ذریت سے ہیں۔

دار العلوم دیوبند کے قیام سے قبل جب حضرت مجدد الف ثانیؒ حکومت کے مجرم کے طور پر پابجولاں دیوبند کی سرزمین سے گذر رہے تھے تو فرمایا کہ مجھے اس سرزمین سے علوم نبوت کی خوشبو آتی ہے۔ اور سید احمد شہید قدس سرہٗ سے بھی اپنے سفر جہاد کے دوران دیوبند کے قیام کے دوران ایسے برکات و انوار کے مشاہدہ کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے اپنے جہاد کا آغاز اسی بستی (اکوڑہ خٹک) کی سرزمین سے کیا، جب انہوں نے سکھوں سے جنگ لڑی تھی تو اکوڑہ کے مغربی جانب پڑاؤ ڈالا تھا۔ اگرچہ تحقیقی طور پر ثابت نہیں لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً یہی وہ مقام ہے جہاں آج دار العلوم حقانیہ قائم ہے، اور کیا عجب کہ حضرات سیدین شہیدینؒ اور ان کے رفقاء کے انفاس مبارکہ اور دعاؤں کا ظہور اس ادارہ کی شکل میں ہوا ہو۔

## حضرت مولانا شاہ محمد اسحاقؒ

شاہ عبدالغنی صاحب مجددیؒ نے علم حدیث حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ سے حاصل کیا۔ آپ شاہ عبدالعزیزؒ کے نواسے ہیں۔ ہندوستان میں علوم الحدیث کے تمام سلسلے آپ سے وابستہ ہیں، آپ کی تربیت شاہ عبدالعزیزؒ نے فرمائی۔ کتب فقہ و حدیث شاہ عبدالقادرؒ سے پڑھیں، شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے بھی اجازت حدیث حاصل کر کے سلسلۂ سند ان سے متصل کیا ہے۔

## حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ

سراج الہند حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ بہت بڑے محدث اور فقیہ تھے۔ آپ ۱۱۵۹ھ میں پیدا ہوئے، علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے کی، سولہ سال کی عمر میں والد ماجد کا انتقال ہو گیا تو آپ نے شیخ نور اللہ اور شیخ محمد امین سے علوم کی تحصیل کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو عجیب علمی تبحر اور ملکہ عطا فرمایا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ فن تیر اندازی اور شہسواری میں بھی ماہر تھے۔ آپ نے اہل تشیع کے رد اور عیسائیت کے خلاف زبردست کام کیا۔ "تحفہ اثنا عشریہ" آپ کی ایسی تصنیف ہے جس کا آج تک کوئی جواب نہ لکھ سکا۔ تو شاہ عبدالعزیزؒ کو سماعت اور قرات حدیث کی اجازت اپنے والد شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے حاصل ہوئی۔

## شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ عظیم محدث اور بہت بڑے فقیہ تھے، بچپن سے خدا تعالیٰ نے اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ دس سال کی عمر میں شرح جامی پڑھی اور کافیہ کی شرح لکھنی شروع کی، سترہ سال کی عمر میں اپنے والد ماجد سے سلسلۂ نقشبندیہ میں بیعت کی اور چاروں سلسلوں میں مجاز ہوئے۔ علوم و فنون کی تکمیل میں لگے رہے پچیس ۲۵ سال کی عمر میں مکمل فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد ایک طویل عرصہ تک درس و تدریس اور افادہ کا سلسلہ جاری رکھا۔ ۱۱۴۳ھ میں حرمین شریفین تشریف لے گئے اور تقریباً دو سال تک وہاں قیام کیا، مکہ معظمہ کے اکابر علماء و مشائخ سے استفادہ کیا اور شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم مدنی سے باقاعدہ حدیث پڑھی۔

ان ہی کا مقولہ ہے فرماتے ہیں اخذ منی الفاظ الحدیث واخذت منہ المعانی، کہ شاہ ولی اللہ نے مجھ سے الفاظ حدیث حاصل کیے اور میں نے ان سے حدیث کے معانی سیکھے۔

ابتداءً میں شاہ صاحبؒ شافعیت کی طرف مائل تھے لیکن شیخ ابوطاہر المدنیؒ کی صحبت اور اعتدال سے متاثر ہوئے اور اس لیے ان کی صحبت کے بعد کی زندگی میں حنفیت کی طرف میلان رہا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے شیخ ابوطاہر مدنیؒ کے سامنے احناف کے مسائل پر اشکالات کیے تو شیخ ابوطاہرؒ نے اس کے تسلی بخش جوابات دیئے اور حنفیت کا دفاع کیا اور شاہ صاحبؒ سے فرمایا کہ آپ کے لیے حنفیت زیادہ موزوں ہے اور ہندوستان میں اکثریت احناف کی ہے، شیخ کی اس وصیت کو آپ نے پلے باندھا اور تمام زندگی اسی پر کاربند رہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ "فیوض الحرمین" میں لکھتے ہیں کہ میں نے روضۂ اطہر کے پاس مراقبہ کیا تو معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا میلان چاروں مذاہب کی طرف یکساں ہے، البتہ زیادہ توجہ اور نظر اصول مذاہب پر ہے اور وہ زیادہ تر حنفی مذہب میں پائے جاتے ہیں۔ بلکہ "فیوض الحرمین" میں ایک تصریح کر دی ہے کہ اوثق الطریق بالسنۃ الصحیحۃ طریقۂ انیقہ مذہب حنفی ہی ہے۔

## مذہب حنفیت کی جامعیت و ہمہ گیری

امام شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ ان چاروں مذاہب کی حقیقت اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مثال میں کھلا دی ہے کہ ایک تالاب ہے جس سے چار نہریں جاری ہیں، پانی ایک ہے لیکن اس کے راستے اور طرف بدلا بدلا ہے، البتہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی جو نہر ہے وہ زیادہ شفاف اور عریض و طویل اور عمیق ہے۔ فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا کہ حق تو چاروں مذاہب ہیں مگر ترجیح حنفیت کو حاصل ہے۔ ہر مذہب پر چلنے والے کو اس کی نیت کے مطابق اجر و ثواب ملے گا، جیسے اشتباہِ قبلہ کی صورت میں چند آدمی تحری کر کے نماز پڑھتے ہیں، ایک کا قبلہ رُخ ہونا صحیح تھا اور باقیوں کا فی الواقعہ غلط، لیکن تحری اور اجتہادی غلطی پر وہ ماخوذ نہ ہوں گے بلکہ وہ بھی اسی طرح اجر و ثواب کے مستحق ہوں گے

جس طرح وہ شخص مستحق ہے جس نے رو بقبلہ ہو کر نماز پڑھی ہے۔

تو شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے قبل ہندوستان میں مشکوٰۃ شریف کا کتاب العلم پڑھ لینا کافی سمجھا جاتا تھا اور کہا جاتا تھا کہ اس سے آگے بڑھنا گمراہی میں گرنا ہے۔ مگر شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی برکت سے آج تمام ہند و پاک میں علوم الحدیث کے چشمے پھوٹ پڑے ہیں، جب تک یہ سلسلہ جاری ہے کا شاہ ولی اللہ دہلویؒ کو اجر و ثواب ملتا رہے گا۔

شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے بعد آپ کے صاحبزادوں اور خاندان نے علوم دینیہ کا تحفظ کیا تعلیم و تدریس، اشاعت و تبلیغ، مجاہدہ و جہاد اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہر نوع اور ہر محاذ پر زبردست مورچے قائم فرمائے، اور الحمد للہ کہ ولی اللّٰہی فکر اور ولی اللّٰہی جذبہ اور ولی اللّٰہی علوم کو علمائے دیوبند نے حاصل کیا اور اس کے امین و محافظ بن گئے اور تقریباً ایک صدی سے پورے عالم کو دار العلوم دیوبند سیراب کر رہا ہے۔

سلسلۂ سند میں اپنے اسلاف و اکابر بالخصوص علماء دیوبند کے مختصر حالات اجمالاً ذکر کر دیئے ہیں، آگے کا سلسلہ سند سارا کتاب میں موجود ہے تطویل کے باعث اپنے سلسلۂ سند کے اسلاف و اکابر بالخصوص علما دیوبند کے مختصر حالات اجمالاً میں نے ذکر کر دیئے ہیں، مزید اسماء الرجال کی کتابیں دیکھی جائیں تاکہ سلسلۂ سند کے تمام اکابرین کے حالات سے آگاہی حاصل ہو۔

بہر تقدیر سلسلۂ سند کے تین حصے ہیں۔ اہلِ ہند کا سلسلہ سند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ پر ختم ہو جاتا ہے، یہ سند کا پہلا حصہ ہے۔ دوسرا حصہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے امام ترمذیؒ اور امام بخاریؒ تک ہے اور یہی وہ مشہور و معروف سلسلہ ہے جو کتب حدیث میں جامع ترمذی کی ابتداء میں چھپا ہوا ہے۔ سند کا تیسرا حصہ امام ترمذیؒ اور امام بخاریؒ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے، وہ وہی ہے جو رواۃ حدیثؒ کی کتابوں میں درج ہے۔ (حقائق السنن ج ۱ ص ۸۲ تا ۸۶)

## تحصیل علم، تعلیم و تربیت
## نصاب تعلیم اور احترام اساتذہ

ارشاد فرمایا: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وحی کی مثال بارش کی طرح ہے کہ اس سے دل اور بارش سے زمین زندہ ہوتی ہے۔ زمین تین قسم کی ہوتی ہے، ایک وہ زمین جس نے اپنے اندر پانی جذب کیا، چند دن کے بعد سبزہ اور پھول ترکاری اور قسم قسم کے باغات اگائے، زمین سرسبز و شاداب بن گئی جیسے ہمارے علاقے کی سنگلاخ زمین کہ گویا وادی غیر ذی زرع ہے، پچھلے دنوں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بارش ہوئی، زمین نے پانی جذب کیا اب ہر طرف سبزہ اور بہار ہے ــــ دوسری قسم وہ زمین ہے جس نے پانی کو جذب نہ کیا مگر پانی کو محفوظ کر لیا، نیچے کی تہہ سخت ہے پانی جذب نہیں کرتی، اور چونکہ وہ زمین پست ہے اور گڑھا ہے اور پستی تواضع کی علامت ہے۔ اب اگر اس سے سبزہ نہ اگا مگر مخلوقات کو فیض پہنچ رہا ہے، سب چرند پرند حیوانات آکر اس سے اپنی پیاس بجھاتے ہیں اور پانی لے جاتے ہیں ــــ تیسری قسم وہ زمین ہے جس نے پانی کو نہ جذب کیا اور نہ پانی کو محفوظ رکھا جیسے پہاڑ اور ٹیلے وغیرہ بلکہ ادھر بارش ہوئی اور اُدھر سارا پانی بہہ کر ضائع ہو گیا۔

تو وحی میں حیات کا مادہ ہے۔ اس کے طالب بھی تین قسم کے ہیں۔ ایک طالب وہ ہے کہ وہ علم کی راہ میں گھر سے نکلا، بے نمازی تھا، داڑھی منڈا تھا، خلاف سنت کام کرتا تھا، یہاں آکر چند دن میں بدل گیا، اب اس پر اعمالِ صالحہ اتباع سنت، عاجزی اور تواضع کے پھول اور چہرہ پر سنت نبوی کا سبزہ اُگ آیا۔ اب لوگ اسے دیکھ کر حیران ہوتے ہیں کہ اس کی بداخلاقی، درشت کلامی سب وشتم اور بدعملی یکایک کیسے بدل گئی، یہ وہ طالب علم ہے جس نے بارش کو اپنے اندر جذب کیا۔ بعض طلبہ ایسے بھی ہیں کہ جنہوں نے علوم و معارف جمع کیے اور اب ان کو اوروں تک پہنچاتے ہیں، گو خود فائدہ نہ اٹھایا مگر دنیا کو فائدہ پہنچایا۔ تیسری قسم وہ ہے کہ نہ خود علم حاصل کیا اور نہ اوروں تک پہنچایا، چٹیل میدانوں اور بنجر زمین اور ٹیلوں کی مانند ہے کہ نہ خود علم کو جذب کیا اور نہ اوروں کے لیے محفوظ کیا۔ صحیح معنوں میں علم حاصل کرنے والے بہت کم ہیں۔ الحمد للہ بعض ایسے بھی ہیں جو علم اس لیے حاصل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اور اس کی خوشنودی کا راستہ معلوم ہو۔

ــــ صحبتے با اہل حق ص ۲۷۴)

● طلبہ نے پوچھا کہ حضرت! یہ وظائف کس کس وقت اور کتنی کتنی مرتبہ پڑھے جائیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا آپ کو وظائف کی طرف کم اور کتاب و مطالعہ کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہیئے، اصل وظیفہ تحصیل علم کا اشتیاق اور محنت و مطالعہ اور تکرار سبق ہے۔ اب جو وظائف نہیں بتائے گئے ہیں اللہ کی ذات پر یقین کر کے روزانہ ایک مرتبہ پڑھ لیا کریں، یہ کافی ہے کہ طالب علمی کا زمانہ ہے اور طالب علمی کے زمانہ میں طالب علم کے ساتھ اللہ کی خاص مدد شامل حال رہتی ہے، البتہ جب تحصیل علم سے فارغ ہو جائیں تو اس سے زیادہ اوراد و وظائف پڑھ لیا کریں کہ وظائف کا وقت تحصیل علم کا زمانہ نہیں بلکہ تحصیل علم سے فراغت کے بعد کا زمانہ ہے۔

ــــ صحبتے با اہل حق ص ۳۲۸)

● ارشاد فرمایا کہ ہماری کوئی سنتا ہی نہیں، میری اول و آخر یہی رائے ہے کہ دینی مدارس کے نصاب تعلیم کی بنیادی اور اصولی چیزوں کو چھیڑا نہ جائے اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی کا قائل نہیں ہوں۔ ایسے ہی نصاب تعلیم نے امام رازیؒ اور امام غزالیؒ پیدا کیے ہیں۔ اسی نصاب تعلیم سے قاسم نانوتویؒ، شیخ الہند محمود الحسنؒ، شیخ العرب والعجم سید حسین احمد مدنیؒ اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ پیدا ہوئے ہیں۔ درس نظامی کو مربوط کرنے کی ضرورت تو ہے لیکن موقوف کرنے کی اجازت نہیں۔ دینی مدارس کے فضلاء کو حکومت کی سندات کی تحصیل کے لیے دوڑ دھوپ نہیں کرنی چاہیئے، اپنے اندر کی صلاحیت اور قابلیت پر محنت کرنی چاہیئے، جب اپنے اندر قابلیت اور لیاقت موجود ہوگی تو

ہر جگہ بہار اور نمایاں رہیں گے۔

ارشاد فرمایا آج سندات کے گریڈ اور سکیل کی باتیں ہو رہی ہیں مگر ہمارے اکابر نے سندات کے گریڈ اور سکیل کی طرف توجہ نہیں کی بلکہ ان کا معمول تھا کہ وہ حتی الوسع تنخواہ بھی نہیں لیتے تھے، اور اگر لیتے بھی تو جو بچ جاتی اُسے واپس مدرسہ میں داخل کر دیا کرتے۔

ـــــــــ (صحبتے با اہلِ حق ص۲۰۶)

● بعض طلبہ نے عرض کیا کہ ہم دورۂ حدیث میں داخلے کی غرض سے آئے ہیں، ۲۰ شوال کو حاضر ہوئے تھے، یہاں آکر معلوم ہوا کہ دار العلوم حقانیہ میں داخلہ بند ہو چکا ہے تو ایک دوسرے مدرسہ میں چلے گئے اور وہاں داخلہ تو مل گیا مگر وہاں قلبی سکون اور اطمینان حاصل نہیں ہوا، اب یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ دار العلوم حقانیہ ہی میں داخلہ لینا ہے، امید ہے کہ آپ ہماری اس خواہش کو پورا فرمائیں گے اور داخلہ عنایت فرمائیں گے۔

ارشاد فرمایا:- ایک رائے قائم کرنے کے بعد اس پر پختہ رہنا ضروری ہے، جب ایک مدرسہ میں دورۂ حدیث کے لیے داخلہ لے لیا ہے تو آپ استقامت اور بلند ہمتی سے وہاں سال مکمل کریں تو اللہ پاک برکت عطا فرمادیں گے، بعض طلبہ کو مدارس بدلنے کی بیماری ہوتی ہے، میرے نزدیک جگہ جگہ پھرنا، اساتذہ کا معیار معلوم کرنا، بعض کی مدح اور بعض کی مذمت کرنا، اس سے علم کی برکتیں ختم ہو جاتی ہیں اور بعض اوقات ایسی صورتیں حد درجہ بدترین نتائج سامنے لاتی ہیں۔ اس لیے میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ فی الحال دار العلوم حقانیہ میں داخلہ نہ لیں جہاں سبق شروع کیا ہے وہاں مکمل کرلیں، پھر اگر آپ مزید ضرورت محسوس کریں تو آپ کو دار العلوم میں ضرور داخلہ مل جائے گا۔

ـــــــــ (صحبتے با اہلِ حق ص۶۷)

● ارشاد فرمایا اُستاد سے پڑھے بغیر علمی مسائل پر بحث کرنا مفاسد کا پیش خیمہ ہے۔ صاحبِ فن اُستاد سے اکتسابِ فیض ایک معروف اور مسلّم اصول ہے، کسی فن کو صحیح معنوں میں سیکھنے کے لیے اُس فن کے ماہر اُستاد کی شاگردی از بس ضروری ہے، مگر آجکل کئی لوگ ایسے بھی ہیں جو اُستاد سے پڑھے بغیر صرف اپنے مطالعہ کے زور سے علمِ حدیث کے دقیق اور نازک ترین مسائل میں گفتگو کرتے رہتے ہیں جو بہت بڑے وبال اور مختلف مفاسد کا پیش خیمہ ہو سکتے ہیں۔

ـــــــــ (صحبتے با اہلِ حق ص۶۴)

● ارشاد فرمایا جب میں دار العلوم دیوبند میں تھا اور ہمارے استاد مولانا عبد السمیع صاحبؒ بیمار ہوئے تو اُن کی تدریس کی کتابیں مشکوٰۃ شریف وغیرہ میرے حوالے کی گئیں اور یہ عزت مجھے بخشی کہ میں اُن کی نیابت کروں اور مشکوٰۃ شریف پڑھاؤں۔

... عبد السمیع صاحبؒ نے مجھے بلایا اور اپنے صاحبزادے (مولانا عبد الاحد) کے متعلق ارشاد فرمایا: "عبد الاحد اگرچہ لائق اور ذہین ہے مگر اسے تدریس کا تجربہ نہیں ہے، اس کو بڑی کتابیں ہرگز نہ دی جائیں اور نئے فارغ التحصیل کو ابتداء ہی سے بڑی کتابیں پڑھانا غلط اور خطرناک طریقہ ہے میری وصیت یاد رکھنا میرے بیٹے کو تدریجاً ترقی دی جائے اور اسے اوّلاً پڑھانے کے لیے ابتدائی درجات کی کتابیں دی جائیں، بعد میں جب وہ ہر کتاب کی تین بار تدریس کرلے تب تدریجی ترقی دی جائے، تین دفعہ پڑھانے سے مدرس کو کتاب اور فن سے اچھی خاصی مناسبت ہو جاتی ہے اور فن کے مبادی یاد رہتے ہیں۔

ـــــــــ (صحبتے با اہلِ حق ص۵۶)

● ارشاد فرمایا: آجکل بڑے بڑے مدارس قائم ہو گئے، طلباء کو ہر قسم کی سہولت میسر ہے اور سب کچھ تیار ملتا ہے، تاہم یہ یاد رکھو کہ عیاشی سے علم حاصل نہیں ہوتا۔ ہم نے پہاڑوں اور جبال و قلل میں رہ کر علوم کی تحصیل کی ہے، اس زمانے میں روٹیاں مانگ کر کھاتے تھے، مجھے خود یاد پڑتا ہے کہ دہلی میں مجھے ۸ میل دور جا کر روٹی کھانا پڑتی تھی، جب واپس آتا تو وہ ہضم ہو چکی ہوتی ـــــ تحصیلِ علم میں جس قدر مشقت اور تعب زیادہ ہوگا اتنی ہی علم کی قدر و منزلت زیادہ ہوگی اور اس پر نتائج و ثمرات بھی اچھے مرتب ہوں گے۔

ـــــــــ (صحبتے با اہلِ حق ص۶۵)

## شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ ایک جامع الصفات والکمالات شخصیت، ایک استاذ، عظیم محدث اور ایک محبوب راہنما

● ارشاد فرمایا:- شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی شان سب سے نرالی تھی۔ علماء بہت دیکھے، مدرسین کے درس میں شریک ہوئے، ہندوستان کی قیادت کو پرکھا، مگر جو چیز اور امتیازی صفات شیخ مدنیؒ میں دیکھے وہ کہیں دوسری جگہ نظر نہیں آئے۔ شیخ مدنیؒ کا تقویٰ، شجاعت، شرافت، تواضع، انکساری اور کسرِ نفسی ان کے لیے طبیعتِ ثانیہ بن چکی تھی۔ جب حضرتِ مدنیؒ کا نام سُنا تھا اور دیکھا نہیں تھا تو نام کی شہرت سے اُن کی شخصی عظمت کا ایک نقشہ ذہن میں بن چکا تھا خیال تھا کہ شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ اور امیرانہ رکھ رکھاؤ کے آدمی ہوں گے۔ جب اُن کی مجلس دیکھی، اُنکی معاشرت دیکھی تو انہیں کچھ اور پایا، ان کا علم بھی بے مثال تھا اور حلم بھی بے مثال، دوسری درسگاہوں میں منطق اور فلسفہ کی بڑی کتابیں پڑھ کر جب شیخ مدنیؒ کی درسگاہ میں حاضری دی تو اُن کی درسگاہ میں سب سے بڑی خصوصیت یہ پائی کہ خود کو پہچان لیا، خود شناسی کا احساس ہوا اور علم و عمل کی نشان سامنے آئی۔ جب مجھے دار العلوم دیوبند میں تدریس کا موقع ملا تو اس زمانہ میں بھی شیخ مدنیؒ کا درسِ حدیث ہوا کرتا تھا، میں نے اپنے زمانہ تدریس میں بھی شیخ مدنیؒ کے درس میں شرکت کی کوشش کی۔ تدریس کے اوقات کے علاوہ ۱۲ بجے کے بعد

بعد العصر، بعد العشاء کے درسوں میں شریک ہوا کرتا تھا۔ شیخ مدنیؒ کا درس علمی اور مُدلّل ہونے کے ساتھ ساتھ آسان اور سہل ہوا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ پندرہ روز تک مسلسل حضرت مدنیؒ سفر پر رہے، جب واپسی ہوئی تو سب کو یقین تھا کہ حضرتؒ تھکے ہوئے ہیں اور مطالعہ بھی نہیں کیا، سبق نہیں ہوگا۔ مگر آپ گاڑی سے اُترے اور سیدھے دار الحدیث میں پہنچے اور سبق پڑھانا شروع کر دیا۔ نواقضاتِ وضو کا بیان تھا، ارشاد فرمارہے تھے کہ مسئلہ زیرِ بحث میں آٹھ مذاہب مشہور ہیں۔ پھر مذاہب، ان کے دلائل اور تفصیل سے بحث کی۔ طلبہ متحیر تھے کہ تھکے ماندے ہونے کے باوجود اس قدر علمی تبحر، وسعتِ مطالعہ اور قوتِ حافظہ یہ تو بس ان ہی کی کرامت تھی۔

ایک مرتبہ درس کے دوران ایک طالبعلم نے کسی مسئلہ میں "شمس بازغہ" کی بحث چھیڑنا چاہی تو شیخ مدنیؒ نے متعلقہ مسئلہ میں عبارات پڑھ پڑھ کر بحث کا مکمل احاطہ کیا اور فرمایا بھائی مَیں نے جب "شمسِ بازغہ" پڑھی تھی اُس زمانے میں کل نمبر پچاس۵۰ ہوا کرتے تھے اور مجھے امتحان میں ترسٹھ۶۳ نمبر حاصل ہوئے تھے۔

بہر حال اپنے اساتذہ میں شیخ مدنیؒ اور اکابرِ ہند میں شیخ مدنیؒ سے جو قلبی عقیدت، وارفتگی اور غیر اختیاری تعلق رہا وہ کسی دوسرے سے پیدا نہ ہو سکا۔

(صحبتے با اہلِ حق ص۱۵۶)

● ارشاد فرمایا: دار العلوم میں آپ کو جو کچھ نظر آتا ہے یا آپ کا جو ہمارے ساتھ حسنِ ظن کا معاملہ ہے یہ سب حضرت شیخ مدنیؒ اور حضرت لاہوریؒ کی دعاؤں کے ثمرات ہیں۔

سالانہ جلسہ کی بات ہوئی تو حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا جی چاہتا ہے کہ دار العلوم کا سالانہ جلسہ منعقد ہو مگر سوال یہ ہے کہ کس کو بلایا جائے؟ کون رہ گیا ہے؟ کس کو دعوت دی جائے؟ نہ تو شیخ مدنیؒ ہیں اور نہ ہی حضرت لاہوریؒ ہیں، شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ بڑی شفقت فرماتے تھے، مجھے علیحدہ اپنے غلوت خانہ میں بلاتے، بڑی شفقت فرماتے، سینے سے لگاتے۔ ہمارا کوئی سالانہ جلسہ حضرت لاہوریؒ کے بغیر منعقد نہیں ہوا۔ اور اب جو یہ رونقیں آپ کو نظر آتی ہیں یہ سب حضرت مدنیؒ اور حضرت لاہوریؒ کے فیوض اور برکات کے اثرات ہیں۔

(صحبتے با اہلِ حق ص۲۶۳)

● ارشاد فرمایا: حضرت شیخ الہندؒ کے تلامذہ بہت تھے، مداح بھی بہت تھے، ہر شاگرد دل و جان سے نثار ہونا چاہتا ہے، مگر ان میں جو مقام شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کو ملا وہ تو سب سے انوکھا اور نرالا ہے، اور جتنا فیض حضرت مدنیؒ کا پھیلا اُس تک کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا۔ آج برِصغیر میں علم حدیث کی جو خدمت ہو رہی ہے یہ سب بالواسطہ یا بغیر بالواسطہ شیخ مدنیؒ کے فیوض و برکات ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شیخ العرب والعجم حضرت مدنیؒ نے اپنے اُستاذ کے ساتھ قرب و محبت، اخلاص و خدمت اور تعلق و اختصاص کا جو مقام حاصل کر لیا تھا وہ دوسروں کو حاصل نہ ہوسکا۔

(صحبتے با اہلِ حق ص۲۵۹)

● شیخ مدنیؒ پر طلبہ جان تک قربان کرتے تھے۔ آپ کی شخصیت میں غضب کی محبوبیت تھی، طلبہ میں اور عامۃ الناس میں آپ کی جلالت و عظمت تھی اور شفقت اور محبت بھی عجیب تھی۔

حضرت مدنیؒ کی رات سفر میں، جلسوں اور ریل میں گذرتی اور دن دار الحدیث میں حدیثِ رسول پڑھانے گذرتا۔ جب جلسہ ہوتا تو طلبہ نعرے لگاتے۔ ایک نعرہ یہ بھی لگایا جاتا کہ امیر الہند زندہ باد، مہاجر مدنی زندہ باد، رئیس المہاجرین زندہ باد طلبہ اور عام مسلمانوں کے ان نعروں سے وقت کے حکمرانوں اور گورنمنٹ انگریز کو تکلیف پہنچتی تھی اور طلبہ اسے خوب جوش سے بلند کرتے لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ تاکہ کافروں کو ان سے جلائے۔

ایک مرتبہ آپ دار العلوم دیوبند کی مسجد میں خطاب فرمارہے تھے، ارشاد فرمایا کہ تم مجھے مہاجر مدنی کے لقب سے یاد کرتے ہو اور نعرے بھی لگاتے ہو، مگر یاد رہے کہ مہاجر کو اپنے اصل وطن آکر زیادہ سے زیادہ تین روز کے قیام کی اجازت ہے، بلاضرورت تین روز سے زیادہ نہیں ٹھہر سکتا ورنہ مہاجرت باقی نہیں رہتی جبکہ عرصہ ہوا میں مدینہ منورہ سے ہندوستان آگیا ہوں، مہاجرت باقی نہیں رہی — فرمایا ہمارے والد صاحبؒ نے ہندوستان سے ہجرت کی تھی، میں اُس وقت بچہ تھا، اہلِ نیت سے نہ تھا والد کی اتباع میں گیا تھا اصل مہاجر ہمارے والد صاحبؒ ہیں —

ہمارے والد صاحبؒ نے مرض الوفات میں ہم بیٹوں کو بلا کر وصیت فرمائی کہ دیکھو میرا تمہارے اوپر حق ہے اور مَیں تمہیں یہ وصیت کرتا ہوں کہ اُس وقت تک آرام سے نہ بیٹھنا جب تک ہندوستان میں انگریز موجود ہے۔ والد صاحبؒ نے جہاد کی تعلیم دی، وہی لے کر ہندوستان آئے، اب وہی نصب العین ہے اور اب اس کے لیے ہندوستان میں کام کر رہے ہیں۔ باقی رہا میرے لیے آپ کا نعرہ "امیر الہند" تو دیکھو! امیر وہ ہوتا ہے جو سونا چاندی، دولت و سرمایہ کا مالک ہو، میرے پاس کون سی دولت ہے کہ آپ مجھے امیر الہند کہتے ہیں۔

شیخ مدنیؒ کا معمولِ عام یہ تھا کہ آپ کے پاس جو تحائف اور ھدایہ آتے تھے، آپ کا ایک خادم تھا قادی صاحب! اُس نے اپنی ساری زندگی حضرت مدنیؒ کی خدمت کے لیے وقف کر رکھی تھی، آپ وہ ہدایہ اور تحائف اس کے حوالے کر دیتے وہ سب کاروبار چلاتا تھا — شیخ مدنیؒ نے عہد کر رکھا تھا کہ جب تک ہندوستان میں انگریز کی حکومت رہے گی زمین نہیں خریدوں گا — فرمایا کرتے تھے جب میں ہندوستان میں ایک انچ زمین کا بھی مالک نہیں تو آپ مجھے کیسے امیر الہند کہتے ہیں؟ (صحبتے با اہلِ حق ص۹۹)

● ارشاد فرمایا: حضرت الاستاذ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا اندازِ تدریس اگرچہ عالمانہ اور فاضلانہ ہوتا تھا مگر آسان اور خوب تفصیل سے ہوا کرتا تھا، ہر بات سادہ اور آسان پیرائے میں ہوتی، غبی سے غبی طالب علم بھی آپ کے درس کو آسانی سے سمجھ لیتا تھا، مگر علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور مولانا بلیاویؒ کے تدریسی تقاریر پر خالص عالمانہ رنگ غالب تھا جس کو ذہین طلباء تو سمجھ سکتے تھے مگر سب کا سمجھنا آسان نہ تھا، مجھے شیخ مدنیؒ کا اندازِ تدریس بے حد پسند تھا، اس لیے میں نے اُن ہی کی نقل کی کوشش کی ہے اور ان ہی کے علوم و معارف کے ساتھ ساتھ ان ہی کے اندازِ تدریس کو بھی جوں کا توں باقی رکھنے کی کوشش کی ہے۔

(صحبتے با اہلِ حق ص۵۵)

● ایک مجلس میں ارشاد فرمایا: اگر اس تقریر ترمذی (حقائق السنن) کو میری نسبت سے دیکھا جائے تو کچھ بھی نہیں لیکن خدا تعالیٰ کے فضل و کرم کی نسبت سے بہت کچھ ہے۔ اس تقریر کی ترتیب و اشاعت سے میرے اندر جو نقائص عیوب اور کمزوریاں تھیں وہ بھی ظاہر ہو جائیں گی، اللہ تعالیٰ سے ستاری کی درخواست ہے، میں تو ہر وقت اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ المدنیؒ کے علوم و معارف کی صحیح نقل کی توفیق عطا فرمائے۔ درسِ ترمذی میں میرا کچھ بھی نہیں جو حضرت مدنیؒ سے سُنا تھا کوشش کی کہ وہی محفوظ رہے، اور درس میں ان ہی کے لطائف نقل کرتا رہا ہوں، میں تو صرف اپنے اساتذہ کے علوم کا ناقل ہوں۔

ارشاد فرمایا: جب جوان تھا، تندرستی تھی، صحت تھی اور کام بھی کر سکتا تھا اُس وقت برخوردار سمیع الحق اور آپ لوگوں نے ادھر توجہ نہ دی اور اب جبکہ ضعف و امراض کی وجہ سے نہ تو مطالعہ کے قابل رہا اور نہ بحث و تکرار کے، اور آپ نے یہ کام شروع کر دیا، اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ (آمین)

(صحبتے با اہلِ حق ص۵۷)

## بعض مشائخ اور اکابر علماء کرام کا تذکرہ

### جن سے شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے براہ راست یا بالواسطہ کسبِ فیض کیا

● ارشاد فرمایا: ہمارے اکابر علوم و معارف کے آبشار تھے، اُنکے ایک ایک ارشاد میں دسیوں مضامین کے عنوان ملتے ہیں۔ قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی کتابیں آج بڑے بڑے زیرک علماء بھی سمجھنے سے قاصر ہیں۔ انہوں نے کہیں لکھا ہے کہ "خدا تعالیٰ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی بھیجنے کی قدرت ذاتی اور امکانِ ذاتی تو حاصل ہے البتہ اس کا وقوع نہیں ہوگا۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلًا ۝ (الآیۃ)" یار لوگ قاسم نانوتویؒ کی اس قدر آسان اردو عبارت کو نہ سمجھ سکے، اُسے اُلٹا سمجھ کر یا جان بوجھ کر غلط مفہوم پہنا کر ڈھنڈورا پیٹنے لگے کہ قاسم نانوتویؒ ختم نبوت کے منکر ہیں۔ (العیاذ باللہ)

(صحبتے با اہلِ حق ص۱۳۴)

● ۱۹۳۵ء کے "شریعت بل" کا ذکر ہو رہا تھا حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا بھی ذکر ہوا تو احقر نے اس مجلس میں عرض کر دیا حضرت! آپ کی حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ سے کبھی ملاقات ہوئی؟

ارشاد فرمایا: خوب یاد ہے، کئی باران کی زیارت و ملاقات کے قدرت نے بہترین مواقع مرحمت فرمائے۔ مرحوم جمعیۃ علماء ہند کے روحِ رواں تھے، ایک طرف آزادی کی جنگ انگریز سے لڑ رہے تھے، سیاست کے خارزار کے شناور تھے تو دوسری طرف علوم و معارف کے بہت ماہر عالم تھے، فقہ و قانون ان کا خاص موضوع تھا، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ ان کا بہت بڑا احترام کرتے تھے۔

(صحبتے با اہلِ حق ص۲۱)

● حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ بہت کم بولتے تھے اور جب بولتے تو ان کی ایک ایک بات وزنی اور کافی ہوا کرتی تھی۔ شیخ العرب والعجم حضرت مدنیؒ کے سامنے کسی کو بھی بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ مگر مجھے حیرت ہوتی کہ جب اہم اور مشکل مسائل کے وقت حضرت مدنیؒ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کو بلاتے، اُن سے مشورہ لیتے اور اُن کی رائے کو صائب قرار دیتے یہ خصوصیت صرف حضرت مفتی صاحبؒ کو حاصل تھی۔ مراد آباد کے ایک اجلاس میں جب گڑبڑ ہوئی تو حضرت مدنیؒ نے مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کو بلایا وہ تشریف لائے، صورتحال کی واقفیت کے بعد انہوں نے جو تجاویز پیش کیں وہ سب نے قبول کر لیں، درحقیقت حضرت مفتی صاحبؒ جمعیۃ علماء ہند کے روحِ رواں تھے۔

(صحبتے با اہلِ حق ص۱۵۶)

● ارشاد فرمایا: امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تو ہندوستان کے سب سے بڑے خطیب تھے، وہ تو جامع الکمالات تھے۔ ان کی تقریر میں سب سے زیادہ محبوب چیز قرآن کی تلاوت ہوتی تھی، یوں محسوس ہوتا گویا اب قرآن نازل ہو رہا ہے، سننے والے محظوظ ہوتے اور وجد محسوس کرتے۔ دارالعلوم حقانیہ کے سالانہ جلسوں میں بھی تشریف لاتے رہے مگر بدقسمتی سے اُس زمانے میں ٹیپ ریکارڈر کا شیوع نہیں ہوا تھا اس لیے اُن کی تقاریر محفوظ نہیں کی جا سکیں۔

دارالعلوم حقانیہ کے سالانہ جلسہ میں ایک مرتبہ تقریر فرما رہے تھے کہ بجلی فیل ہو گئی یا بند کر دی گئی، کارکن اس کے بنانے میں لگ گئے کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے مسکرا کر کہا: "بھائی بجلی بنانا چھوڑ دو اور ٹھک ٹھک بند کر دو، عطاء اللہ شاہ نے جس بات کے بیان کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے وہ بیان کر کے رہے گا"۔ کارکن آرام سے بیٹھ گئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی تقریر جاری تھی کہ صبح کی

اذان ہوگئی، بغیر لاؤڈ سپیکر کے شاہ جیؒ کی یہ تقریر رات بھر چھ گھنٹے جاری رہی کیا مجال کہ کسی نے کروٹ بدلی ہو۔

(صحبتے با اہل حق ص۱۵۵)

● اللہ! وہ کیسے اور کتنے عجیب لوگ تھے۔ کردار اور عمل کے پکے، بات کے سچے، منافقت اور مداہنت سے کوسوں دور، اس لیے جو بات کرتے تھے دل میں اُتر جاتی تھی۔ مولانا آزادؒ کی تقریر عقل وشعور اور جذبات کے آمیزش سے تیار ہوتی تھی شُستہ گفتگو، ادبی طرز ادا اور پھر مولانا آزادؒ کی خطابت سے اس میں جادو بھر جاتا تھا، ایسا معلوم ہوتا کہ دشمن کے سروں پر فولادی ہتھیار سے حملہ کر رہے ہیں، ایک ایک حرف شجاعت وصداقت کا آئینہ دار ہوتا تھا۔

مولانا حفظ الرحمنؒ مولانا آزادؒ کے نقش قدم پر تھے، ان کا انداز نرالا تھا، سامعین اور حاضرین کے دل مٹھی میں لے لیتے تھے، ان جیسی سحر بیانی کسی دوسرے میں دیکھنے میں نہیں آئی۔

مولانا احمد سعیدؒ بلبل ہند تھے مولانا حفظ الرحمنؒ کا اپنا مقام بہت بڑا تھا مگر مولانا احمد سعیدؒ لسان جمعیت تھے، وہ دہلی کی جامع مسجد میں جب خطاب کرتے تو ہزاروں کے مجمع پر سناٹا چھا جاتا، پوری کائنات ہمہ تن گوش ہوتی۔

(صحبتے با اہل حق ص۱۵۴)

● ایک مرتبہ مولانا آزادؒ لاہور تشریف لائے تھے، ایک بہت بڑا جلسہ ہوا۔ یہ زمانہ بھی وہی تھا کہ بیگانے تو کیا اپنے بھی مولانا ابوالکلام آزادؒ کو اپنی تنقید وتردید کا نشانہ بنائے ہوئے تھے۔ مجھے بھی اس موقع پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ مولانا آزادؒ کی تقریر تھی، تقریر کیا تھی عقل وشعور اور جذبات کا آمیزہ تھا، دلائل اور براہین آزادؒ کی خطابت میں ڈھل کر سامعین کے دل و دماغ کو مسحور کر رہے تھے کہ لوگوں نے ابوالکلام آزادؒ زندہ باد کے فلک شگاف نعرے شروع کر دیئے تو مولانا آزادؒ نے فرمایا: "مسلمانو! یہ وقت نعروں کا نہیں کام کرنے کا ہے، اب بھی وقت ہے سنبھل جاؤ اور کام کرلو، بجائے جوش کے ہوش سے کام لو، اب میرا پیغام صرف یہی رہ گیا ہے کہ مسلمان بیدار ہوں اور نعرہ بازی کے بجائے کام کریں، مگر حیرت ہے کہ جب میں یہی بات کہتا ہوں تو مسلمان بجائے اس کے کہ کچھ کام کرلیں اُلٹا میرے پیچھے پڑ جاتے ہیں"۔

(صحبتے با اہل حق ص۱۵۴)

● ہمارے دیوبند کے اکابر بڑے کفایت شعار اور قناعت پسند تھے، حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ دارالعلوم دیوبند کے ایام تدریس بیس پچاس روپے ماہوار مشاہرہ پر گزر اوقات کرتے تھے۔ آپ کو کلکتہ کے مدرسہ عالیہ کی طرف سے بارہ سو روپے ماہوار مشاہرہ کی پیشکش ہوئی مگر آپ نے اُدھر نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور فرمایا کہ میں پچاس روپے کی ذمہ داری اور اس کے اپنے صحیح مصرف میں استعمال سے فارغ نہیں تو بارہ سو روپے کا غم اور ذمہ کیسے اٹھا سکتا ہوں!

یہ ہے ہمارے اکابر حضرات کی کفایت شعاری اور قناعت! اب ہمارے دور میں ایسی قربانی کرنے والے ناپید ہوتے جا رہے ہیں بلکہ اب تو معاملہ بالعکس ہے اور پچاس روپے تو درکنار پچاس لاکھ روپے کو کچھ بھی نہیں سمجھا جاتا۔

(صحبتے با اہل حق ص۵۱)

● مولانا نصیر الدین غورغشتویؒ سرحد کے شاہ ولی اللہ تھے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے قبل ہندوستان میں منطق اور فلسفہ کا درس تو بڑے اہتمام سے ہوتا تھا اور اس کو سب سے بڑا کمال سمجھا جاتا تھا مگر حضرت شاہ صاحبؒ نے ہندوستان میں علم حدیث اور اس کی تعلیم وتدریس کو فروغ دیا۔

اسی طرح سرحد میں بھی یہی حال تھا۔ کہا جاتا تھا قاضی مبارک فلاں مولوی صاحب سے اور فلسفہ کی کتاب فلاں علامہ سے پڑھنی چاہیئے، جب حدیث کی بات آتی تو کہا جاتا کہ مشکوٰۃ، کتاب العلم اور کتاب الایمان مولانا غورغشتویؒ سے پڑھ لینا چاہیئے۔ زیادہ نہیں ورنہ حدیث زیادہ پڑھ لینے سے انسان وہابی بن جاتا ہے۔ جہالت تھی، اللہ تعالیٰ حضرت غورغشتویؒ کی قبر کو نور سے بھر دے جنہوں نے سرحد میں حدیث کو رواج دیا۔

(صحبتے با اہل حق ص۷)

● ارشاد فرمایا: حضرت مولانا رسول خان صاحبؒ منقولات اور معقولات اور قدیم وجدید کے بحر ذخّار تھے۔ بہت بڑے عالم اور متقی انسان تھے، ایک جامع عالم تھے، معقولات ومنقولات میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ اب اُن کی نظیر ملنا مشکل ہے، تمام عمر درس وتدریس اور خدمت دین میں صرف کردی۔ بڑے بڑے علماء اُن کے شاگرد ہیں، مرحوم کو دارالعلوم حقانیہ اور اس میں پڑھائے جانے والے معقولات کے نصاب سے بیحد مسرت ہوتی تھی کہ دارالعلوم حقانیہ نے اکابر علماء دیوبند کے علوم و معارف اور درس نظامی کے علوم عالیہ کو بھی جُوں کا تُوں محفوظ رکھا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی رحمتوں سے نوازیں اور درجات عالیہ عطا فرمائیں۔

(صحبتے با اہل حق ص۵۲)

● ارشاد فرمایا: اسی طرح ہمارے دور کی عظیم شخصیت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ ہیں، جن کی زندگی میں ان کی تصانیف کو عوام کو خواص میں مقبولیت نصیب ہوئی اور ایسی ہمہ گیر مقبولیت کہ شرقاً غرباً، شمالاً جنوباً دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں تبلیغی نصاب سے استفادہ نہ کیا جاتا ہو، اور صرف اس ایک کتاب کو نہیں بلکہ آپ کی دوسری علمی کتابیں مثلاً کوکب الدری، لامع الدراری، اوجز المسالک وغیرہ بھی علماء وطلباء اور علمی حلقوں کی مقبول اور منظور کتابیں ہیں۔ پس یہ ایک درجہ وفضیلت ہے جو کم ہی مصنفین کو حاصل ہوتا ہے۔

(صحبتے با اہل حق ص۴۹، ۵۰)

ارشاد فرمایا: حضرت شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے حضرت لاہوریؒ کو خط لکھا تھا کہ "دیکھو! پاکستان میں دارالعلوم حقانیہ قائم ہو چکا ہے اس کا خصوصی خیال رکھنا، دارالعلوم حقانیہ ہمارا اپنا ادارہ ہے"

اوائل میں دارالعلوم حقانیہ کے سالانہ جلسے ہوا کرتے تھے تو حضرت شیخ التفسیرؒ اپنی شفقتوں اور حضرت شیخ مدنیؒ کی تاکید کے پیش نظر ہمیشہ شرکت فرمایا کرتے تھے، فالج کی تکلیف شدت پر تھی پھر بھی تشریف لائے اور دارالعلوم کو نوازا۔

(صحبتے با اہل حق ص۲۶۳)

ارشاد فرمایا: عموماً یوں ہوا کرتا کہ حضرت لاہوریؒ دارالعلوم حقانیہ کے سالانہ جلسوں میں تشریف آوری کے موقع پر تقریر فرما کر اچانک غائب ہو جاتے منتظمین کو بڑی پریشانی ہوتی، تمام رات تلاش کرتے رہتے، پھر کہیں پتہ چلتا کہ اکوڑہ کی کسی گمنام مسجد میں انہوں نے فرش پر رات گذار دی ہے۔ بعد میں آپ کے اس معمول سے منتظمین بھی آگاہ ہو گئے تھے ___ فرماتے مجھے خلوت اور خدا کے گھر میں فرش پر جو آرام و سکون حاصل ہوتا ہے وہ آرام دہ گدوں اور لوگوں کے ہجوم میں کب حاصل ہو سکتا ہے؟

(صحبتے با اہل حق ص۲۶۴)

## شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی پسندیدہ کتب

ارشاد فرمایا: حضرت تھانویؒ کی تصانیف کو دیکھ کر حیران ہوتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کس قدر علمیت و عملیت اور ہمت و صلاحیت دی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اوقات میں کس قدر برکتیں رکھ دی تھیں کہ ایک ہزار سے زائد کتابیں تصنیف کیں جن میں امت کی اصلاح و فلاح کا کافی سامان موجود ہے اور علم و عمل کی تشنگی بجھانے کے لیے ایک چشمہ فیض ہے کہ لوگ سیراب ہوتے ہیں۔ آپ کے وعظ و تبلیغ اور رشد و ہدایت کے دیگر امور اور تدریسی خدمات اس پر مستزاد ہیں۔

حضرت تھانویؒ کی تصانیف کا وزن و افادیت اور عظمت و اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ بہت کم ہی ایسے مصنفین گذرے ہیں جن کی زندگی میں اُن کی کتابوں کو مقبولیت عامہ و خاصہ حاصل ہوئی ہو، مگر حضرت تھانویؒ کی تصانیف کو ان کی زندگی میں اشاعت اور بے حد مقبولیت حاصل ہوئی۔ جیسا کہ متقدمین محدثین میں ایک مثال امام بخاریؒ کی "صحیح" کی ہے کہ امام بخاریؒ کی حیات میں اس کتاب کو عام و خاص نے پسند کیا، بلکہ آپ سے براہ راست نوے ہزار سے ایک لاکھ تک تلامذہ نے پڑھنے کی سعادت حاصل کی اور اپنے ہاتھوں سے لکھی۔ اور یہ ایک بے نظیر تواتر ہے جو صرف صحیح بخاری کو حاصل ہے۔

(صحبتے با اہل حق ص۴۹)

ارشاد فرمایا: حضرت تھانویؒ کی تفسیر بیان القرآن بے نظیر تفسیر ہے جو انسان کو بڑی بڑی تفاسیر سے بے نیاز کر دیتی ہے، بڑے جامع اور تحقیقی انداز میں ہے، بالخصوص عربی میں آپ کے حاشیہ "التکشف عن مہمات التصوف" نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا ہے۔ یقیناً علم و تصوف کے بیش قیمت جواہرات ہیں جو آپ نے ایک سلک میں حسن ترتیب سے پرو دیئے ہیں حضرت تھانویؒ کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ مشکل سے مشکل مواضع و مسائل کو واضح آسان اور ایسے حسین انداز سے حل فرماتے ہیں کہ کوئی اُلجھن اور اشکال باقی نہیں رہتا۔ جب ہم جلالین اور بیضاوی پڑھتے تھے تو ان تفاسیر کو حل کرنے کے لیے ہم نے "بیان القرآن" کو کافی و شافی پایا، دوسری تفاسیر سے ہمیں اس قدر اطمینان و تشفی حاصل نہیں ہوتی تھی جتنی کہ "بیان القرآن" سے۔

(صحبتے با اہل حق ص۴۸)

ارشاد فرمایا: کہ ۵۳ شروحات بخاری دیکھ لینے سے وہ تشفی نہیں ہوتی جو حضرت شیخ الہندؒ کے "الابواب والتراجم" کی تین سطروں سے حاصل ہو جاتی ہے۔

(صحبتے با اہل حق ص۱۲۲)

ارشاد فرمایا: تقسیم سے قبل دارالعلوم دیوبند میں زمانۂ تدریس کے قیام کے دوران میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے ملاقاتیں اور مجالس ہوا کرتی تھیں، مختلف علمی اور سیاسی موضوعات پر موصوف سے گفتگو رہتی۔ ایک روز دوران گفتگو میں نے دریافت کیا حضرت! آپ کی تصانیف میں سب ایک سے ایک بڑھ کر ہیں، "فتح الملہم شرح صحیح مسلم"، جیسی علمی اور بلند پایہ کتابیں آپ نے تصنیف فرمائی ہیں، اور حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمہ و تفسیر قرآن کی تکمیل "فوائد عثمانیہ" کے نام سے کی ہیں، ان میں زیادہ محنت، تعب اور مشکل اور دقت کس تصنیف میں آپ کو پیش آئی؟

تو انہوں نے بڑی شفقت سے فرمایا تصنیف و تالیف کے میدان میں خدا کا فضل شامل حال رہا، جس موضوع پر لکھنا چاہا اللہ تعالیٰ کی مدد نے یاوری کی، البتہ حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمہ و فوائد کی تکمیل میں بڑے حزم و احتیاط اور سوچ بچار سے کام لینا پڑا، اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کے احسان سے پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

(صحبتے با اہل حق ص۱۵۳)

ارشاد فرمایا: حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مرحوم کے توجیہات الہامی ہوتے ہیں۔ دقیق علمی مسائل میں آپ کے لطیف توجیہات سے بڑے بڑے اہم علمی عقدے حل ہو جاتے ہیں، آپ کا لکھا ہوا "الکوکب الدری" کا حاشیہ مثالی ہے۔ اپنے اکابر اور علماء دیوبند کی تمام تصنیفات، شروح حدیث، تفاسیر اور علمی تحقیقات سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے امت کے لیے اتمام حجت ہیں۔ ان کی تصنیفات سے شرح صدر حاصل ہوتا ہے۔ فرمایا حضرت اکابر علماء دیوبند کی کتابیں اور تصنیفات ہمارے اکابر کے "مسلک اعتدال" کی شاہد ہیں۔

(صحبتے با اہل حق ص۵۲)

ارشاد فرمایا: ہمارے اکابر نے درس نظامی جو علم منطق اور علم فلسفہ کی کتابوں کو جو بطور نصاب باقی رکھا ہے اور پڑھاتے چلے آ رہے ہیں وجہ یہ

ہے کہ ان کے پڑھنے سے اجتہادی ملکہ پیدا ہوتا ہے۔ سوال وجواب، اشکال و اعتراض، مقابلہ ومناظرہ اور اساتذہ کی طویل بحثیں، سوال در سوال اور جواب در جواب کا سلسلہ چلتا ہے تو طلبا کو تشحیذِ اذہان حاصل ہوتی ہے اور جو طلبا اس میں رغبت نہیں کرتے اور شوق سے نہیں پڑھتے اُن کے علوم سطحی رہتے ہیں، ذکاوت کی تیزی اور علوم میں عمق حاصل نہیں ہوتا۔

مولانا رسول خان صاحب مرحوم ہمارے پاک و ہند کے اکابر علماء دیوبند کے استاذ ہیں۔ ایک مرتبہ وفاق المدارس کا اجلاس تھا میں بھی اجلاس کے سلسلے میں لاہور گیا ہوا تھا، تو حضرت مرحوم کی خدمت میں بھی حاضری ہوئی، تو انہوں نے وفاق کے طرزِ عمل (نصاب میں منطق کی کتابوں کو اہمیت نہیں دی جا رہی تھی) پر حد درجہ رنج وقلق کا اظہار کیا اور فرمایا: "اس طرح علوم ومعارف کی جڑیں کاٹ دی جائیں گی"، تو میں نے عرض کیا کہ الحمدللہ دارالعلوم حقانیہ میں فلسفہ اور منطق کی ساری کتابیں بدستور پڑھائی جا رہی ہیں، تو بیحد خوش ہوئے اور مسرت کا اظہار کیا۔

غالباً حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا تھا کہ اگر منطق اور فلسفہ کی کتب نصاب سے خارج کر دی گئیں تو پھر امام رازیؒ کی تصنیفات سمجھنے اور سمجھانے والا کوئی بھی نہ ملے گا۔

(صحبتے با اہلِ حق ص۵۵)

● المجموع شرح المہذب للامام ابی بکر النوویؒ جس کے ساتھ فتح العزیز کے علاوہ حافظ ابنِ حجر کی تلخیص الجبیر بھی طبع ہوئی ہے، اس کی چند ایک جلدیں لے کر (احقر عبدالقیوم حقانی) بعد العصر حسبِ معمول حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کتاب پیش کر دی۔ جب کتاب کا نام سنا تو لپک کر کتاب کو ہاتھ میں لیا، بڑی مسرت اور خوشی کا اظہار کرتے رہے، بار بار ورق اُلٹتے رہے۔ نظر اور بینائی کے ضعف کی وجہ سے کتاب کے مطالعہ سے محرومی کا احساس اُبھر اُبھر کر سامنے آتا تو فرماتے: "بس اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہوگا، ایک وہ وقت تھا جب پانچ منٹ بھی فرصت کے ملتے تو کتاب کے مطالعہ میں صرف ہوتے تھے اور اب یہ وقت آگیا ہے کہ شرح المہذب، فتح العزیز اور تلخیص الجبیر میرے سامنے ہے لیکن مطالعہ واستفادہ کی سعادت سے محروم ہوں"

پھر جگہ جگہ سے احقر سے عبارت پڑھوائی اور دُعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہوئے ارشاد فرمایا: "بیٹے! محنت سے کام کرو، ہر مسئلہ کی تحقیق کرو، کوئی چیز بے حوالہ نہ چھوڑو، میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ پاک آپ کو ان کتب سے صحیح استفادہ اور اخذِ مسائل کی توفیق ارزانی فرمائے"۔ آمین

(صحبتے با اہلِ حق ص۱۲۷)

● ماہنامہ الحق میں مختلف پیشوں سے تعلق رکھنے والے علماء کے سلسلہ میں احقر (عبدالقیوم حقانی) کا سلسلہ مضامین "علامہ سمعانیؒ سے ایک ملاقات"، کا کسی نے ذکر چھیڑا تو حضرت شیخ الحدیثؒ نے ارشاد فرمایا ہاں مولانا عبدالکریم سمعانیؒ کی "کتاب الانساب" ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اور اب یہ اچھا ہوا کہ بیروت والوں نے اس کی فوٹو کاپی لے کر شائع کر دیا ہے، کتاب نایاب ہے مگر خدا کا فضل ہے کہ خدا تعالیٰ نے دارالعلوم حقانیہ کے کتب خانے کو فراہم کر دی ہے۔

دوسرے روز جب دفترِ اہتمام میں تشریف لائے تو ناظمِ کتب خانہ مولانا اعجاز حسین صاحب کو بلایا اور "کتاب الانساب" کے بارے میں دریافت فرمایا، کتاب لائی گئی مگر مہمانوں کے ہجوم کی وجہ سے کتاب نہ دیکھ سکے، مجھے تاکید فرمائی کہ جب عصر کو آنا تو علامہ سمعانیؒ کی "کتاب الانساب" ضرور ساتھ لانا۔ چنانچہ حسب الحکم کتاب پیش کر دی، جگہ جگہ سے دیکھی ــــــ اس سلسلہ میں احقر کے شائع شدہ بعض مضامین بھی سُنے تھے اور اب اصل کتاب کے بعض مقامات بھی سُنے اور بار بار کتاب کو مسرت وشوق کی نگاہ سے دیکھتے رہے اور فرمایا ایک وقت تھا کہ پانچ منٹ بھی بغیر کتاب کے گذارنا مشکل تھا اور اب نظر کی کمزوری کی وجہ سے مطالعہ سے محرومی ہے۔

ارشاد فرمایا بہت اچھا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے "الانساب" میں صنعت وحرفت سے تعلق رکھنے والے پیشہ ور علماء کے انتخاب اور اُن کو متعارف کرانے کا کام لے لیا، اس سے علم اور اہلِ علم کی عزت بڑھے گی، نسلی امتیاز اور قومی عصبیتیں ختم ہوں گی۔ آپ محنت کریں، اسماء الرجال کی کتب میں بھی تحقیق کریں، اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے گا۔ امام غزالیؒ، امام ابوحنیفہؒ وغیرہ یہ سب کاروبار اور پیشے سے وابستہ تھے اور اپنے ہاتھوں سے رزقِ حلال کماتے تھے۔ آپ کا سلسلۂ مضامین پسندیدہ ہے، خدا تعالیٰ مزید ہمت اور برکت دے۔ آمین

خدا کا فضل شاملِ حال رہا حضرتؒ کی دُعاؤں اور توجّہ کی برکات سے یہ سلسلہ مضامین "اربابِ علم وکمال اور پیشۂ رزقِ حلال" کے نام سے کتابی صورت میں چھپ چکا ہے اور (۲) دو سال میں اس کے دو ایڈیشن بھی نکل چکے ہیں۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

(صحبتے با اہلِ حق ص۲۱۲)

فیضِ ساقی ہے باندازہ میخوار
دل حریف لیے بسیار کہاں سے لاؤں